

آ تو کدھر ہے اے پردیسی !
 بھیک لے مجھ سے اور یہ دعا دے
 ”نکلنے یا رب حسرت دل کی
 سب کے بچھڑے مے خدا ملا دے !“
 ”آہ کہاں تک نالہ و زاری
 دور ہو یا رب درد جدائی !“
 ”جلد کہیں ہو فتح ہاری
 بخت سے ہے در پیش لڑائی“
 ”دشمن جان ہے ساری خدائی
 مجھ سے فلک نے کی ہے برائی“
 ”اب نہیں آئھتا بار جدائی
 آگے آئے میرے بھلانی“
 اعرابی (لیلنی سے بھیک لے کے)
 مولا سے تو مراد پائے
 تیرے بچھڑے خدا ملائے
 خون کی ندی کون بھائے
 ایسی لگ کون بجھائے
 (دل میں)
 قوم کا تیرے خون بھاؤں
 بار سے تیرے تجھے کو ملاؤں
 بار گنہ گردن پہ آٹھاؤں
 جس کی سزا اللہ سے پاؤں

گیارہوان سین - دربار خاص نوفل

نوفل (مجنوں سے سے مخاطب ہو کر)

قیس^۱ ترے حال په آتا ہے رحم
آہ نہیں کچھ بھی تجھے عقل و فہم
تو نے سنا اپنے چچا کا کلام
دشمن جان ہے وہ ترا لا کلام
پاس قربت آسے بالکل نہیں
تیری محبت آسے بالکل نہیں
مستعد جنگ ہے وہ بے شعور
عقل میں ہے اس کی بلا شک فتور
سر پہ بلا کو وہ بلاتا ہے آپ
اپنی قضا کو وہ بلاتا ہے آپ
هم نے یہ مانا وہ سلحشور ہے
قوم کا بھی اس کو بڑا زور ہے

۱- صنف کلام : مشنوی (خطابی یا مرقع) بھر سریع وافی مطوفی
موقوف یا مکسوف - وزن : مفتولن مفتولن فاءلان دوابار اور جہاں مکسوف
ہے وہاں رکن آخر فاعلن ہے - قصد شاعر : نوفل کی طرف سے اظہار
شان و شوکت فہیش کے پیرائے میں، مجنوں کی همدردی، مجنوں کی
طرف سے جواب دیوانگی عشق کے ماتھہ - نوفل جرم عہد شکنی کی
حایت میں خدا ترسی کو پیش کرتا ہے - اپنی کنیزوں کو لیلائی
سے بہتر سمجھ کر مجنوں کو دکھاتا ہے مگر نوفل نے مجنوں کے
مرض کی تشخیص میں غلطی کی - یہ امر مجنوں کے لئے طباً مضبوط ہے -
پس ضرور تھا کہ مجنوں کو "مونومانیا" کا دورہ شروع ہو جائے -
بہر صورت نوفل سے کوئی اخلاقی غلطی ظہور میں نہیں آئی ، وہ صرف
خطائے طبی کا ملزم قرار دیا جا سکتا ہے -

شاہ رعایا کی بھلا جنگ کیا
 دیکھ تو ہے آس کو یہ آهنگ کیا
 ہم سے لڑائی کا ہے اس کو خیال
 میں نے تو چاہا تھا کروں پائمال
 روک نہ لے مجھ کو وزیر آج اگر
 فوج ظفر موج بڑھی تھی ادھر
 تینغ شرر بار ہے بے زینہار
 نجد میں بچتا نہ کوئی نام دار
 خون رعیت کا خیال آ گیا
 روز قیامت کا خیال آ گیا
 چاہتا ہے دشمن جانی کو تو
 روگ لگاتا ہے جوانی کو تو
 ایسوں کی الفت کو تو اب دل سے چھوڑ
 ایسے عزیزوں سے تو رشتہ نہ جوڑ
 چھوڑ دے لیلنی کا نہ لے نام اب
 آس کی محبت سے نہ رکھ کام اب
 میں تو سمجھتا تھا کہ ہے کچھ حسین
 آنکھ سے دیکھ آیا ، وہ کچھ بھی نہیں
 بھیس بدل کر میں گیا رات کو
 دیکھ لیا بس تری اوقات کو
 حسن کی کچھ شان نہ کچھ آن بان
 بس اسی صورت پہ تو دیتا ہے جان ؟
 حور شہائل تری لیلنی نہیں
 پیار کے قابل تری لیلنی نہیں

گو وہ حسین ہو مکر ایسی نہیں
میری کنیزوں سے بھی اچھی نہیں
(کنیز ہائے نوقل آتی ہیں)

(کنیزوں کی طرف اشارہ کر کے)

دیکھ تو کیسی ہیں یہ جادو نظر
تو جنہیں دیکھا ہی کرے عمر بھر
دیکھ تو ہیں ماہ جبیں یا نہیں ؟
پیار کے قابل یہ حسین کیا نہیں ؟
کیسی یہ دلبہ ہیں ذرا دیکھ تو
آس سے تو بہتر ہیں ذرا دیکھ تو
گوکہ یہ پیاری ہیں مجھے سب کی سب
آج سے دیتا ہوں مجھے سب کی سب
مال بھی لے خلعت و پوشانک بھی
منصب و جاگیر بھی املاک بھی
خدمت شاہی سے سرافراز ہو
روم کے سرداروں میں ممتاز ہو

جنون (دل میں)

آہ فلک کیا یہ ستاتا ہے تو
پھر مجھے دیوانہ بناتا ہے تو

(نوقل سے)

عقل کدھر ہے تری اے بادشاہ !
شرط یہی تھی مری اے بادشاہ ! ؟
عہد تیرا کیسا ہے نا پائدار
تیرے سخن کا نہیں کچھ اعتبار

ہیچ ہے تو، پوج ہے تیرا سخن
دیکھ لیا تجھ کو بھی پہاں شکن
مجھ کو خبر کیا کہ ہے کیا روم و شام
دل میں ہے یاں یاد صنم صبح و شام
دشت سے مسکن کوئی بہتر نہیں
خاک سے خوش تر کوئی بستر نہیں
قائم و منجانب سے کیا کام ہے
اطلس و کم خواب سے کیا کام ہے

(کپڑے اتار کے اور نوفل کے آگے پھینک کے)

ہے یہ تیرا خلعت و پوشائک خاک
لا وہ میرا بیرونِ چاک چاک
خلعت و پوشائک کی پروا نہیں
منصب و املاک کی پروا نہیں
قدر ہو لیلنی کی تجھے کیا بھلا؟
میرا سا دل میری سی آنکھیں تو لا
تیری کنیزوں میں کھاں وہ پھین
نام خدا فرد ہے وہ کل بدن
عشق کی کیا تجھ کو خبر ہے تمیز
حسن کو کیا جانے کہ ہے کون چیز
چاہوں میں جس کو وہی محبوب ہے
جس پہ دل آجائے وہی خوب ہے
تیرے حسین تجھ کو مبارک رہیں
دود و الم مجھ کو مبارک رہیں

دل کو منے ساز ہے اس غم کے ساتھ
الفت لیلی ہے میرے دم کے ساتھ
(قیس کا دیوانہ وار دشت کو چلے جانا)

بارہواں سین — صحراء

(عالم یام میں نالہ و زاری و بے قراری)

جنون (حالتِ اختطاب میں)

اے^۱ فلک غم کی انتہا بھی ہے ؟
درد دل کی کوئی دوا بھی ہے

تابہ کے ظلم اے خدا نا ترس ؟

دیکھو اے مدعی ! خدا بھی ہے

قتل کرتا ہے بے گند مجھ کو
آہ کچھ میرا خون بہا بھی ہے

اے فلک ! ہم بھی جان رکھتے ہیں

دل بھی ہے دل میں مدعی بھی ہے

وصل جانان اگر ہے نا ممکن

میری تقدیر میں قضا بھی ہے

۱۔ صرف کلام : غزل مسلسل ، بھر خفیف وافِ مجنون مسکن
محذوف یا مقصور۔ وزن : فاعلاتن مقاولن فعلن دوبار اور جہاں قصر ہے وہاں
رکن آخر فعلان ہے۔ قصد شاعر : اظہار حالت یام و اختطاب درجہ
انتہا۔

قیس کے نزدیک اُس کے سب دشمن ہیں ، یہاں تک کہ اُس کے
انعدال و اعہال۔ کسی نہ کسی ہیرائے میں نوغل کی نصیحت کا خیال
بھی اس کے ذہن میں مشکس ہو رہا ہے ، جیسا کہ اُن مصروع
سے ظاہر ہے۔ ع

”دشمن جان وہ بے وفا بھی ہے“

کیا کہوں تم کو نالہائے دراز
 مدعی بختِ نارما بھی ہے
 ناوکِ آہ کیوں خطا کرتا
 اس میں تقدیر کی خطا بھی ہے
 جذبِ دل کا فقط نہیں ہے گلا
 کیا کروں بے اثر دعا بھی ہے
 کیا کہوں تجھ کو شوق شور انگیز
 آہ صبر گریز پا بھی ہے
 دل شوریدہ کم نہ تھا لیکن
 اک بلا جان مبتلا بھی ہے
 چرخ کا کیا گلا کرے کوئی
 دشمنِ جان وہ بے وفا بھی ہے
 کس سے پوچھوں کدھر ہے کوچہ بار
 بے خودی کوئی رہتا بھی ہے؟

مجنون

دور^۱ گردوں ہے مجھے در در پھرانے کے لیے
 میرے باعث سے هوئی گردش زمانے کے لیے
 بے نوائی ہو مقدر میں تو کیجھ عاشقی
 یہ بھانہ خوب ہے ذلت آٹھانے کے لیے

۱۔ صنف کلام : غزل ، حسب حال - بحرِ رمل واقع مذوف - وزن :
 فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار ، قصد شاعر : مجنون پر وہ شدت
 جنوں کی طاری نہیں ہے جیسا کہ پچھلی دو نہایشوں میں ظاهر کیا
 گیا ہے - اب اس کو کسی ندر افاقہ ہے - اس صورت میں اگلے
 پچھلے حالات کا انعکاس ہو رہا ہے -

جز الم حاصل نہ ہوگا میرے خرمن سے مجھے
 مستظر ہے آمہاں بھلی گرانے کے لیے
 شام غم کی آفیں اے دل ! میں تجھ سے کیا کھوں
 کون کس کس بھیس میں آیا ڈرانے کے لیے
 اس نزاکت کا برا ہو کچھ نہ نکلا کام دل
 تو ہی اے شوخی ! آبھار اس کو ستانے کے لیے
 وان تغافل ہے سراسر، خوش ہوں یاں میں سادہ دل
 اک ادا ہے یہ بھی الفت آzmanے کے لیے
 اپنے صورت گر سے پوچھوں میں اگر مقدور ہو
 کیا بنایا تھا مجھے تو نے مٹانے کے لیے ؟
 هجر کی شب کے بنانے میں بھی تھی اک مصلحت
 طول آخر چاہیے تھا کچھ زمانے کے لیے
 زندگی میں ہے ہمیں دوزخ کہ دل رکھتے ہیں ہم
 کم ہے یہ آتش کا برکالہ جلانے کے لیے
 موت کے آنے سے ہم فرقہ زدہ یوں خوش ہوئے
 جیسے آن کا آدمی آیا بلانے کے لیے
 منزل مقصود تک 'مرزا' پہنچ ہی جائیں گے
 خضر دل ہم راہ ہے رستہ بتانے کے لیے
 (پردہ گرتا ہے)

ایکٹھ چھارم

پہلا سین — ساقی نامہ

(بہت سے لوگ مل کے گاتے ہیں)
(کورس)

ساقیا لا کہ بہار آئی ہے
لا پیالہ کہ بہار آئی ہے

ساقیا بادہ گلفام پلا
درد سے صاف ہو، وہ جام پلا

قرض دے قرض کھاں دام رہے
فاقہ مستوں میں مرا نام رہے

ساقیا بادہ انگوری دے
درد آشام کی دستوری دے

مشورے ہیں ترے مئے خواروں میں
آج شب بھر تو رہے یاروں میں

۱- صنف کلام : مثنوی مجر رمل مجزو و مخبوں مسکن مخذوف یا مقصود - وزن : فاعلان فعلان فعلن ، دو بار - جہاں قصر ہے وہاں رکن آخر فعلان ہے - قصد شاعر : تشییب ، براعت استہلال - سامعین کی طبیعت کو ان مضامین کی طرف سے جو پیہمی نمایشوں میں بیان کئے گئے ، اور طرف متوجہ کرنا - ایک ہی طرز کے بیان سے طبیعت آکتا جاتی ہے - شاعر اور خطیب کو ضرور ہے ، تجدید خیالات کا لحاظ رکھئے -

بادہ ناب کے جلوے دیکھیں
 شب سہتاب کے جلوے دیکھیں
 جسکھئے خانہ خار میں ہوں
 جب الہیں وان سے تو گلزار میں ہوں

 سر دھنیں رہد و عبادت والے
 جھوٹتے جائیں ترے متواتے
 اور سامان طرب ہوتا ہے
 آج مطرب بھی طلب ہوتا ہے

 سازوسامان سے چلیں گلشن میں
 توڑ کر پھول بھریں دامن میں
 آج ہر بات میں رنگینی ہو
 خوب گل بازی و گل چینی ہو

 التجا تجھ سے یہ ہے اے ساق !
 ساتھ لے شیشہ تے اے ساق !
 بہنگیوں پر تو ہوں دو چار مبو
 کشتیوں میں ہوں کباب آہو

 نرگسی ہوں وہ کباب اے ساق !
 ارغوانی ہو شراب اے ساق !

 خوب بدنام ہوں وہ بات کریں
 آج واعظ کی مدارت کریں

کچھ سر انجامِ ظرافت ہو آج	زاہدِ خشک کی دعوت ہو آج
---------------------------	-------------------------

کوئی مسجد کی طرف سے جانے
واعظ شہر کو لینا آئے

اور ہو جائے اگر پیر تو ہو
مگر اس وقت ذرا سیر تو ہو
سامنے آں کے پئیں خوب شراب
زاہدِ خشک ہو جل بھن کے کباب

| وان جوانانِ چمن جھومتے ہوں
| یاں ترے تو بہ شکن جھومتے ہوں
کوئی 'مرزا' کو یہ دے جا کے پیام
جمع ہیں باغ میں سب مے آشام

لطف صحبت کا نہیں تیرے بغیر
تونہ ہو جب تو ہے کیا باغ میں سیر

کون سنتا ہے بیانِ بلبل
بارِ خاطر ہے فغانِ بلبل
چھوڑ افسانہ قیس و لیلا
قصہ غم کو بہت طول ہوا
چنکلا کوئی ظرافت کا سنا
حال طرار کی الفت کا سنا

اس کو خیال سے تھی کیسی الفت
کس طرح اس نے نباہی چاہت
کیا اس آغاز کا انجام ہوا
کس طرح شہر میں بدنام ہوا

دوسرा سین دکان میں فروش

طراز (دل میں)

آج کلوار کو دے کے بھرا
خوب جی بھر کے پتے ہیں ٹھرا

جس کی ہر بوند ہو جیسے چھرا
جس کو پتے ہی لگ جائے گھرا

(میں فروش سے)

حاصیا ایک اڈھا تو لادھے
اور گزک کو کچالو منگا دے

آج پکے گھڑے کی پلا دے
ایک چلو میں آلو بنا دے

(میں فروش)

آؤ طرار بانکے کہاں تھے؟
آج سب دام لینا ہیں تم سے

طارار

ایک کوڑی نہیں یاں گروہ میں
مفلسی میں تمہیں دام کیا دیں

۱- صنف کلام : ابیات، بحر متدارک وافی اخذ، وزن : فاعلن فاعلن فاعلن
فع ، دو بار - قصد شاعر : اظہار وضع و احوال طرار - طرار کی بول
چال سے اس کا شہدا پن ظاہر ہے - وہ شراب پیتا ہے اور مدت سے پیتا
ہے اس لیے کہ کلوار کا مقروض ہے - بہ ہر صورت اس کفتگو اور
اس واقعے سے اس کے پچھلے حالات کا نشان بہ خوبی ملتا ہے - (کلوار
معنی میں فروش جو معمولی دیسی شراب ٹھرا بیچتا ہے)

(میں فروش)

قرض دین ہم بھلا تم کو کب تک؟
دام اگلے نہیں پائے اب تک

طرار

ایک آدھا مجھے اور دو تم
صبح کو اپنے سب دام لو تم

(میں فروش)

آج تو خیر تم اور پی لو
کل جہاں سے بنے دام لا دو

(آدھا چڑھا کے اور کچالو زہر مار کر کے)

طرار (خود بخود)

یاں سے جاتا ہوں خیلا کے گھر پر
اس کا فتوے سے لاتا ہوں زیور

تیسرا سین .. مکان زہرہ طوائف

(کمرہ خیلا نوجی)

خیلا (طرار کو دیکھتے ہی)

اجی، تم تو جھوٹوں کے سردار نکلے
دغا باز عیار مسکار نکلے

۱۔ صنف کلام : غزل (یا قطعہ) خطابی یا مرقعی - اس کو غزل
اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں مضامین عشقیہ بھی شامل ہیں -
بھر متقاوب واقی سالم - وزن : فرعون فرعون فرعون فرعون، دو بار - قصد
شاعر : خیلا اور زہرہ کی بے رخی ، طرار کی طرف سے اظہار محبت ظاہری ،
بیہودہ دھمکی ، جعل و فریب ، راه گیروں کی زبان سے نصیحت -

طرّار

ترے واسطے گھر سے دل دار نکلے
غضب ہے اگر تو دل آزار نکلے

خیلا

سمجھتی تھی زردار میں تم کو پہلے
مگر تم تو بالکل ہی نادار نکلے

طرّار (سمجھانے کے لہجے میں)

نکل چل مرے ساتھ تو لے کے زیور
تو کچھ آزوئے دل زار نکلے

خیلا (دھمکانے کے لہجے میں)

منیں گی جو بیوی تو ماریں گی جوئے
نه یہ بات منہ سے خبردار نکلے
(زہرہ آتی ہے)

زہرہ (تعجب کے لہجے میں)

یہ رنڈی بھگانے کی کیا گفتگو تھی
بڑے آپ طّار فرار نکلے

طرّار (زہرہ سے)

جو یہ خود نکلنے کو کہتی ہو مجھ سے
تو پھر منہ سے کیوں حرف انکار نکلے

زہرہ (طرّار سے)

بلا شک تمہاری اگر ہو یہ راضی
ابھی میرے گھر سے یہ صدار نکلے

خیلا (نہایت تعجب سے)

اے مردے جھوٹ کیوں بولنا ہے
ترے ساتھ بندی کی پیراز نکلے

طرار (خیلا سے، دھمکے)

ابھی ناک کالوں میں چاقو سے تیری
اگر تو کسی سے گرفتار نکلے

خیلا (طرار سے چلا کے)

نه لینا نہ دینا اور آس پر حکومت
بڑے آپ بانکے طرح دار نکلے

زہرہ (طرار سے)

نه پیسہ نہ کوڑی اور اس پہ یہ دھمکی
بڑے آپ رنڈی کے مختار نکلے

(اپنے نوکروں سے)

کوئی ہے ! اسے دے کے دھکے نکالو
مرنے گھر سے فوراً یہ بدکار نکلے

طرار (نہایت غصے میں)

لگائیں اگر ہاتھ مجھ کو یہ بھڑوے
ابھی میان سے میے تلوار نکلے

زہرہ (کسی قدر سهم کے)

یہ دھمکی کسی اور کو دیجیے گا
مری جان کو آپ خون خوار نکلے

طرار (اور دھمکا کے)

مرے بپ کا نام لیتی ہے قبیہ
سخن پھر نہ منہ سے یہ زیہار نکلے

نوکر (طرار کو پکڑ کے)

ابھی جا کے دبتے ہیں اس کو پُلس میں

اگر پاس سے اس کے ہتیار نکلے

(جوتے پڑتے جاتے ہیں)

نکل یاں سے موذی نکل یاں سے مردک

طرار

اے یار! نکلے، اے یار! نکلے

سین (۳) — کوچہ دروازہ مکان زہرہ طوائف

طرار (افسوس کے لہجے میں)

نه نکلی وہ جانِ جہاں ساتھ اپنے

ولیکن ہمیں آخر کار نکلے

ایک راہ گیر

نکلتے نہ تم تو کبھی گھر سے اپنے

مگر کیا کرو جب پڑی مار نکلے

دوسرا راہ گیر

وہ رندی نہیں گھر میں بیٹھے کسی کے

جو سو باو بیٹھے تو سو بار نکلے

چوتھا سین۔ سر بازار

(خیلا کے فراق میں بے قراری)

خیلاً سے ہے لڑائی، فریاد رس النبی
اب موت میری آئی، فریاد رس النبی
ہے ہے وہ مجھ سے چھوٹی، ہے ہے وہ مجھ سے روٹھی
ہے ہے ہوئی جدائی، فریاد رس النبی
اب چل کے جان دوں گا، ہرگز نہ میں جیوں گا
یہ دل میں ہے سائی، فریاد رس النبی
لونڈی

خلاق بے نظیری، دو روٹیاں خمیری
ڈیا دیا ملائی، فریاد رس النبی
طار

تھا عشق پاک ہم سے، یہ تھا تپاک ہم سے
نے وصل، نے جدائی، فریاد رس النبی
ہم نے تو کی بھلائی، دولت اسے کھلائی
کی امن بنتے بے وفائی، فریاد رس النبی
تقدیر نے چھڑایا، امداد کن خدا یا
قسمت نے کی براٹی، فریاد رس النبی

۱۔ صنف کلام: غزل بحر مضارع وافی اخرب سالم۔ وزن: مفعول
فاع لاتن مفعول فاع لاتن، دو بار۔ قصد شاعر: اظہار امن امر کا کہ وہ
نشہ شراب (یا عشق) جو خدمت کاروں کے جوتوں سے بد مشکل آتا ہے،
اب پھر سر پر چڑھا ہے۔ امن حالت کو نشر کی حالت کے سوا
اور کیا کہوں۔ اگر جنون عشق ہوتا تو پھر طمع زیور کی ہرگز
نہ ہوتی، مگر ہاں، ہم اس کو ایک اور قسم کا جنون کہہ سکتے
ہیں، بُنیٰ اخلاقی جنون۔

ہے مفلسی قیامت، ہے نائکہ کو نفرت
کیوں کر ہو اب رسانی، فریاد رس النہی
لونڈی

اب زر نہیں کمر میں، زر نیست عشق ٹین ٹین
دیتے پھرو دھائی، فریاد رس النہی
تو یار اس سے حلوا، چرکٹ پھنسا کے لے جا
ہو جائے گی صفائی، فریاد رس النہی
طرار

یارو کوئی ملا دے، خیلا کو یان بلا دے
اب لب پہ جان، آئی، فریاد رس النہی
لونڈی

آتا ہے تیرا بابا، تو اس سے کمہ کے ملوا
کر یہ بھی بے حیائی، فرباد اس النہی
(خون خوار خان آتے ہیں)

طرار (خون خوار سے التجا کے لہجے میں)

مجھے^۱ خیلا سے ملوا دے ابے باوا ابے باوا
نہیں تو ہاتھ دھو مجھ سے ابے باوا ابے باوا

۱- صنف کلام : غزل مرقع - خونخوار کے بیان میں ردیف
بدل دی گئی ہے - بحرہزج واقی مالم - وزن : مقاعیلن مقاعیلن مقاعیلن
مقاعیلن، دو بار - قصد شاعر : طرار پر نشر کی حالت طاری ہے، مگر
بناؤٹ بھی اس میں شامل ہے - خون خوار پر تنفر اور طیش کی حالت
طاری ہے - ناظرین سمجھیں گے کہ اس تماشی میں شاعر نے ضرور
مبالغہ کیا ہے - کبھی باپ بیٹوں میں اس بد تہذیبی کے ساتھی گفتگو
نہیں ہو سکتی، مگر مصنف افسوس کے ساتھ یقین دلاتا ہے کہ اس
نے بہ چشم خود ایسے واقعات بلکہ اس سے پدرجہا بدتر اپنے ہم وطن
بعض نوجوانوں میں مشاہدہ کیے ہیں - فاعتبروا یا اولی الابصار -

نہ میں بیٹا ہوں پھر تیرا نہ تو باوا ہے پھر میرا
جو کی پھلو تھی تو نے ابے باوا ابے باوا

(کسی قدر غصے سے مگر تم سخرا کے لھجے میں)

مرلوں میں عشق میں کب تک نہیں لیتا خبر اب تک
ابے بوبک ، ابے بڈھ ، ابے باوا ، ابے باوا !

خون خوار خان (بہت تعجب سے)

یہ کیا انداز ہیں تیرے ، ابے مردک ! ابے گرگے !
یہ کیسے سیکھے ہیں شیوے ابے مردک ! ابے گرگے !
”ابے باوا ، ابے باوا !“ یہ کیا بکنا ہے تو مرغے
ابے یہ گفتگو ہم سے ؟ ابے مردک ، ابے گرگے !
ملاؤں تجھے کو خیلا سے یہ تو کہتا ہے باوا سے
تو ہم تیرے نہیں بھڑوئے ، ابے مردک ، ابے گرگے !

طرار (تمسخ نفرت انگلیز کے ساتھ)

اڑے وہ جان ہے میری ، اڑے ایمان ہے میری
ادا پر اس کی میں صدقے ، ابے باوا ! ابے باوا !
جو اس وقتِ مصیبت میں نہ آیا کام تو اپنے
تو کیا امید ہے تجھے سے ، ابے باوا ! ابے باوا !
مرے نانا (خدا بخشے) اگر اس وقت میں ہوتے
ابھی خیلا سے ملواتے ، ابے باوا ! ابے باوا !

خون خوار (نفرت سے)

خراب اس نے کیا تجھے کو وہ جائے گا جہنم کو
ٹریں گے گور میں کیڑے ، ابے مردک ! ابے گرگے !

طرار (فخر کے ساتھ)

اے آن کو خدا بخشے، دیا کرتے تھے جب پیسے
آڑائے خوب کنکوئے^۱، اے باوا! اے باوا!
بڑھایا سات۔ تاری پر تو اکثر تیبلی کاثی
دیے وہ ڈور پر مانجھے اے باوا! اے باوا!
لڑا میدان جب راجا سے اور نواب دولہا سے
نکالے ہم نے بھی لگے، اے باوا! اے باوا!
ہوئے مشاق ہم ایسے بشروں کے لڑانے میں
کریزوں سے لڑے بھگئے، اے باوا! اے باوا!
کبوتر کی ہوا آئی تو لے کر ہاتھ میں چھیپی
آڑائے خوب ہی پٹھے، اے باوا! اے باوا!
ہؤا جب راگ کا لہرا ملے ہم تان رس خان سے
بڑھائے خوب یارانے، اے باوا! اے باوا!
بہت کیں منتیں آن کی، بہت کیں خدمتیں آن کی
لیے پھرتے تھے طببورے، اے باوا! اے باوا!
یہی تھے رات دن چرجے، یہی تھے رات دن جلسے
مجائے خوب ہی طبلے، اے باوا! اے باوا!
ہوا یاروں میں جب رہنا، چرایا ماں کا سب گھنا
آڑائے خوب گل چھرے، اے باوا! اے باوا!

خون خوار (نہایت طیش میں دانت پیس کے)

گھرانے کی مٹائی آبرو کم بخت کیوں تو نے
اے تجوہ سے خدا سمجھے! اے مردک اے گرگے!

۱۔ کنکوئے اور پتنگ آڑائے کی موئی ڈوریں۔